بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ماہنامہ جرمنی

اخبار احمدیہ

جماعت احمدیہ جرمنی کا ترجمان

جلد نمبر 12 مدیر: نعیم احمد نیّر کتابت و ڈیزائننگ: رشید الدین، ماہ۔صلح۔ ہش، 1386 بمطابق جنوری 2007ء شمارہ نمبر 1

ارشاد باری تعالیٰ

اور اسی طرح ہم نے ان کے حالات پر آگاہی بخشی تا کہ وہ لوگ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ انقلاب کی گھڑی وہ ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ جب وہ آپس میں بحث کر رہے تھے تو ان میں سے بعض نے کہا کہ ان پر کوئی یادگار عمارت تعمیر کرو۔ ان کا ربّ ان کے بارہ میں سب سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ اُن لوگوں نے جو اپنے فیصلہ میں غالب آگئے کہا کہ ہم تو یقیناً ان پر ایک مسجد تعمیر کریں گے۔

(سورت الکھف، آیت ۲۲) (ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

ملفوظات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

حق اللہ میں بھی امراء کو دقت پیش آتی ہے۔ اور تکبر اور خود پسندی ان کو محروم کر دیتی ہے مثلاً نماز کے وقت ایک غریب کے پاس کھڑا ہونا بُرا معلوم ہوتا ہے۔ اُن کو اپنے پاس بٹھا نہیں سکتے اور اس طرح پر وہ حق اللہ سے محروم رہ جاتے ہیں کیونکہ مساجد تو دراصل بیت المساکین ہوتی ہیں اور وہ ان میں جانا اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔

(ملفوظات جلد سوم، صفحہ ۳۶۸)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے تفسیری نکات

افسوس کہ لوگ اگر ذرا بھی آسودگی پاتے ہیں تو مخلوق الٰہی کو حقارت سے دیکھتے ہیں۔ اس کا انجام خطرناک ہے۔ ان لوگوں میں تحقیر کا مادہ یہاں تک بڑھ جاتا ہے کہ اگر کسی کی طاقت مسجد کے متعلق ہے تو وہ ان لوگوں کو جو اس کے ہم خیال نہیں مسجد سے روک دیتا ہے اور یہ نہیں سمجھتا کہ آخر وہ بھی خدا ہی کا نام لیتا ہے۔ ایسا کر کے وہ اس مسجد کو آباد نہیں بلکہ ویران کرنا چاہتا ہے۔ بارھویں صدی تک اسلام کی مسجدیں الگ نہ تھیں بلکہ اس کے بعد سُنّی اور شیعہ کی مساجد الگ ہوئیں پھر وہابیوں اور غیر وہابیوں کی اور اب تو کوئی حساب ہی نہیں۔ ان لوگوں کو شرم نہ آئی کہ مکّہ کی مسجد تو ایک ہی ہے اور مدینہ کی بھی ایک ہے۔ قُرآن بھی ایک، نبی بھی ایک، مُرشد بھی ایک، پھر ہم کیوں ایسا تفرقہ ڈالتے ہیں۔ ان کو چاہیئے کہ مسجدوں میں خوفِ الٰہی سے بھرے داخل ہوتے۔ صرف اسی وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مسجد میں آئے اور جماعت ہو رہی ہو تو وقار اور سکینت سے آئے اور ادب کرے جیسا کہ کسی شہنشاہ کے دربار میں داخل ہوتا ہے لیکن وہ اگر خوفِ الٰہی سے کام نہیں لیتے اور مسجدوں میں نماز پڑھنے سے روکتے ہیں اُن کے لئے دُنیا میں بھی ذلّت ہے اور آخرت میں بھی بڑا عذاب ہے۔ یاد رکھو کسی کو مسجد سے روکنا بڑا بھاری ظلم ہے۔ اپنے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے طرزِ عمل کو دیکھو کہ نصرانیوں کو اپنی مسجد مبارک میں گرجا کرنے کی اجازت دے دی (حقائق الفرقان، جلد اوّل، صفحہ ۲۲۰، ۲۲۱)

دوسرا ریجنل اجتماع وقف نو، ریجن نیڈر زاخسن

مورخہ ۱۱ نومبر ۲۰۰۶ء کو ریجن نیڈر زاخسن کے دوسرے ششماہی اجتماع برائے واقفین نو کا آغاز صبح ۱۰ بجے رجسٹریشن سے شروع ہوا۔ اجتماع کی افتتاحی تقریب مکرم ڈاکٹر محمد جلال شمس صاحب مربی سلسلہ کی صدارت میں تلاوت قرآن کریم سے شروع ہوئی جو عزیزم نبیل احمد نے کی۔ نظم عزیزم طاہر الرحمٰن نے پڑھی۔ مکرم مربی صاحب نے اپنے افتتاحی خطاب میں وقف نو کی اہمیت اور برکات پر روشنی ڈالی نیز والدین کو اپنی اپنی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ دعا کے بعد علمی مقابلہ جات کا آغاز ہوا۔ مربی صاحب کے ساتھ صدر جماعت بریمن اور صدر جماعت Berne نے بچوں سے اُن کے نصاب کے مطابق سوالات پوچھے۔ پہلا مقابلہ پندرہ سال سے بڑے بچوں اور بچیوں کے درمیان ہوا۔ دوسرا مقابلہ ۱۱ سال سے ۱۴ سال کے بچے اور بچیوں کے درمیان ہوا۔ اس کے بعد کھیلوں کے مقابلہ جات ہوئے جس میں میوزیکل چیر، sit stand کے مقابلہ جات ہوئے۔

ایک بج کر پندرہ منٹ پر نماز ظہر و عصر پڑھی گئیں۔ جس کے بعد کھانا تھا جس میں مرغ پلاؤ، زردہ، رائتہ دہی پیش کیئے گئے۔ چائے کا انتظام بھی تھا۔ ۱۴ بجے دوسرا پروگرام شروع ہوا۔ صدر جماعت بریمن اور صدر جماعت Berne نے باقی دو گروپوں سے جائزہ نصاب لیا۔ اسی طرح بڑے بچوں کے حسن قرآت اور نظم کے مقابلہ جات ہوئے۔

سوا چار بجے اختتامی تقریب کا آغاز ہوا۔ تلاوت قرآن کریم بمعہ اُردو جرمن ترجمہ، عزیزم صادق احمد بٹ نے کی۔ اُس کے بعد دو بچیوں، عزیزی نیّرہ خانم اور عزیزی سونیا خان نے نظم پڑھی۔ اُس کے بعد مقابلہ جات میں اوّل، دوئم، سوئم آنے والے بچے اور بچیوں میں صدر صاحب بریمن نے انعامات تقسیم کیئے۔ اسی طرح شامل ہونے والے تمام بچوں میں اسناد اور چاکلیٹ تقسیم کیں گئیں۔ اس اجتماع میں واقفین بچوں کی تعداد ۴۲ اور والدین کی ۴۵ تھی۔ پروگرام کے آخر میں صدر صاحب بریمن نے دُعا کروائی۔

(رپورٹ۔ طارق احمد بٹ ریجنل معاون وقف نو)

اسلام کی اصل تصویر دکھانے کے لئے ہوزوم (Husum) جماعت میں پروگرام کا انعقاد

اخبار Husumer Nachrichten: اسلام کی تعلیم میں خوبصورتی پائی جاتی ہے، بدامنی کو دور کیا جاسکتا ہے، پردہ حیا کی علامت ہے۔

الحمدُ للہ! Husum شہر میں مؤرخہ 7 نومبر کو ایک تبلیغی میٹنگ انعقاد کرنے کی توفیق ملی۔ جس کا مقصد شہر کی انتظامیہ، اپنے جاننے والوں، ہمسائیوں، اور دیگر مہمانوں کو اسلام کی اصل تصویر دکھانا تھا۔ میٹنگ کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو کہ مکرم ساجد احمد نسیم مبلّغ سلسلہ نے کی اور جرمن ترجمہ بھی پڑھا۔ مکرم حبیب اللہ طارق صاحب نے امام ساجد احمد نسیم، امام عبدالباسط طارق صاحب اور قائم مقام ریجنل امیر اشفاق سندھو صاحب کا مہمانوں سے تعارف کروایا۔ اس کے بعد امام عبدالباسط طارق صاحب نے اسلام اور احمدیت کا تعارف نہایت ہی اچھے اور مؤثر انداز میں پیش کیا۔ مہمانوں نے اسلام کی تعلیمات کے بارے میں مختلف سوالات کیئے جن کے دلائل کے ساتھ جوابات دیئے گئے۔ ان جوابات کو مہمانوں نے خوب سراہا۔ بعض مہمانوں نے تو وہیں کھڑے ہو کر اسلام کی خوبصورت تعلیم کا اعتراف کیا نیز بعض نے تو درد بھری آواز میں نئی نسل کے برائیوں میں مبتلا ہونے پر دکھ کا اظہار کیا۔ زیادہ تر سوالات آزادی صحافت، جہاد، عورتوں کا اسلام میں مقام، عورتوں پر جبر، دہشت گردی، پردہ، جرمن اور غیر ملکی کلچر، جبری شادیاں، غیرت کے نام پر قتل، مسلمان لڑکیوں کا تیراکی نہ کرنا، کلاس فارٹ وغیرہ کے متعلق تھے۔

اخبار Husumer Nachrichten میں اسلام کی حقیقی تعلیم اور جماعت کے تعارف کے ساتھ رپورٹ چھپی۔ اخبار نے لکھا! اسلام کے بارہ میں انتہائی منفی تاثرات سنے جاتے ہیں۔ مگر اس کی تعلیم میں خوبصورتی پائی جاتی ہے۔ اچھے طریقے سے آپس میں بات چیت کر کے بدامنی کو دور کیا جاسکتا ہے، پردہ عورت کی حیا کی علامت ہے، شامل مہمانوں کی کل حاضری 110 تھی۔

(رپورٹ، منیر احمد چوہدری، صدر جماعت ہوزوم)

سینما بینی کی بد عادت

ربوہ سے نکلنے والے نوجوانوں کے ماہانہ رسالہ ''خالد'' میں اس موضوع پر خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے خطبہ جمعہ ۲۹ اگست ۱۹۵۸ء سے لیا گیا ایک اقتباس چھپا ہے۔ حلقہ گروس اُمسٹٹ کے راجہ کلیم اللہ صاحب نے اسے اخبار کی زینت بنانے کی درخواست کی ہے۔ وہ اس ذریعہ سے یورپ (جہاں کثرت سے یہ بدروح مختلف شکلوں میں ڈھل کر گھر گھر پھیل چکی ہے) میں بسنے والے احمدی نوجوانوں کو اس بد عادت سے بچنے کی تلقین کرنا چاہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں مومنوں کو ہدایت دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ اے مومنو تم شیطان کے قدموں کے پیچھے مت چلو اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ گانا بجانا اور باجے وغیرہ یہ سب شیطان کے ذرائع ہیں جن سے وہ لوگوں کو بہکاتا ہے۔ پس عیاشی کے تمام سامان اور باجے اور گانا بجانا شیطان کے ہتھیار ہیں۔ جن سے وہ لوگوں کو ورغلایا کرتا ہے۔ اسی لئے میں نے جماعت کو ہدایت کی تھی کہ سینما نہ دیکھا کرو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

''چند دن ہوئے مجھے ملتان سے ایک دوست کا خط آیا کہ احمدی نوجوانوں میں سینما دیکھنے کا رواج پھر بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ اس کی روک تھام کی جائے۔ مجھے تعجب آتا ہے کہ یہ نوجوان اتنے جاہل کیوں ہو گئے کہ انہیں اپنی تاریخ کا بھی پتہ نہیں اگر وہ پڑھے لکھے ہوتے اور انہیں تاریخ سے ذرا بھی واقفیت ہوتی تو انہیں معلوم ہوتا کہ بغداد بھی گانے بجانے سے تباہ ہوا ہے۔ جب ہلاکو خان نے بغداد پر حملہ کیا تو بادشاہ کی اس وقت یہی آواز آتی تھی کہ گانے والیوں کو بلاؤ، گانے والیوں کو بلاؤ۔ بغداد پر کوئی حملہ نہیں کر سکتا، جو حملہ کرے گا وہ خود تباہ ہو جائے گا۔ لیکن جب اس سے کچھ نہ ہو سکا تو ہلاکو خان نے اپنا ایک آدمی اس کے پاس بھجوایا اور کہا کہ مجھے آ کر ملو۔ مستعصم باللہ جو بغداد کا آخری بادشاہ تھا وہ ہلاکو کے اس پیغام پر اسے ملنے کے لئے گیا۔ ہلاکو خان نے اس کے پہنچتے ہی حکم دے دیا کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ پھر اس نے اس کے ولی عہد کو مار ڈالا اور اس کے بعد بغداد پر حملہ کر کے اٹھارہ لاکھ آدمی ایک دن میں قتل کر دیئے۔ اور شاہی خاندان کے جو افراد وہاں تھے اس میں سے کوئی ایک فرد بھی نہ چھوڑا، سب کو ہلاک کر دیا۔ تاکہ آئندہ تخت کا کوئی دعویدار کھڑا نہ ہو۔ غرض خلافت عباسیہ تباہ ہوئی تو گانے بجانے کی وجہ سے اسی طرح مغل تباہ ہوئے تو گانے بجانے کی وجہ سے۔ محمد شاہ رنگیلے کو ''رنگیلا'' کیوں کہا جاتا ہے۔ اسی لئے کہ وہ گانے بجانے کا بہت شوقین تھا۔ بہادر شاہ جو ہندوستان کا آخری مغل بادشاہ تھا وہ بھی اسی گانے بجانے کی وجہ سے تباہ ہوا۔ انگریزوں کی فوجیں کلکتہ سے بڑھ رہی تھیں الہ باد سے بڑھ رہی تھیں کانپور سے بڑھ رہی تھیں میرٹھ سے بڑھ رہی تھیں۔ سہارنپور سے بڑھ رہی تھیں اور بادشاہ کے حضور گانا بجانا ہو رہا تھا۔ آخر انہوں نے اس کے بارہ بیٹوں کے سر کاٹ کر اور خوان میں لگا کر اس کی طرف بھیجے کہ یہ آپ کا تحفہ ہے۔ کسی کا ایک بیٹا مر جاتا ہے تو وہ رو رو کر آسمان سر پر اُٹھا لیتا ہے مگر بہادر شاہ کے بارہ بیٹوں کے سر کاٹ کر اس کی طرف بھیجے گئے۔ اس نے درخواست کی تھی کہ میرا وظیفہ بڑھایا جائے۔ انگریزوں نے اس کے بارہ بیٹوں کے سر کاٹ کر اور خوان میں لگا کر اس کی طرف بھیج دیئے اور ساتھ ہی کہلا بھیجا کہ یہ آپ کا بڑھا ہوا وظیفہ ہے۔

غرض تمام تباہی جو مسلمانوں پر آئی، زیادہ تو گانے بجانے کی وجہ سے آئی ہے۔ اندلس کی حکومت گانے بجانے کی وجہ سے تباہ ہوئی۔ مصر کی حکومت گانے بجانے کی وجہ سے تباہ ہوئی۔ مصر پر صلاح الدین ایوبی نے حملہ کیا تو فاطمی بادشاہ اس وقت گانے بجانے میں مشغول تھا۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس کے متعلق بڑا بھاری سبق دیا تھا مگر افسوس ہے کہ انہوں نے پھر بھی نصیحت حاصل نہ کی۔ دلّی کی تباہی اس وجہ سے ہوئی۔ بغداد کی تباہی اس وجہ سے ہوئی۔ مصر کی تباہی اس وجہ سے ہوئی۔ اندلس کی تباہی اس کی وجہ سے ہوئی اور یا تو وہ سارا ملک مسلمانوں کا تھا اور یا آج ایک ہی مسجد جو وہاں باقی ہے عیسائی اس کو بھی گرانے کی فکر میں ہیں۔ غرض مسلمانوں پر انتہا درجہ کا ظلم ہوا اور اب بھی انہیں یہی شوق ہے کہ سینما دیکھیں اور گانا بجانا سنیں۔ وہ ایک دوسرے سے کہیں گے کہ بڑا اچھا سینما آ گیا ہے جس کے دوسرے لفظوں میں یہ معنے ہوتے ہیں کہ بڑا اچھا میراثی آ گیا ہے۔ غرض مسلمان برابر عیش و طرب میں بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی خدا تعالیٰ نے اس بات سے ڈرایا تھا اور فرمایا تھا کہ یاتی علیکم زمن کمثل زمن موسیٰ (تذکرہ صفحہ ۴۶۲) تجھ پر بھی ایسا ہی زمانہ آنے والا ہے جیسے موسیٰ پر آیا تھا۔ عام طور پر اس کے معنے سمجھے جاتے ہیں کہ جس طرح موسوی قوم کو فرعونی مظالم کا مقابلہ کرنا پڑا اسی طرح جماعت احمدیہ کو بھی مختلف ابتلاؤں سے گزرنا پڑے گا۔ لیکن ایک اور بات جس کی طرف اس الہام میں اشارہ کیا گیا ہے یہ ہے کہ یہودی مرد اور عورتیں ناچنے گانے میں بڑی مشہور ہیں۔ پس اس الہام میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ تیری قوم پر بھی ایک ایسا ہی زمانہ آنے والا ہے یعنی وہ بھی اپنے اصل فرض کو بھول کر گانے بجانے کی طرف توجہ کر لیں گے۔

میں تو سمجھتا ہوں کہ اگر تاریخ کی گواہی سے بھی کسی قوم کو ہوش نہیں آتا اور وہ اسی راستہ پر قدم مارتی جاتی ہے جس پر چل کر پہلے لوگ ہلاک ہوئے تو اس قوم کا مر جانا اس کی زندگی سے بہتر ہوتا ہے۔ (الفضل 14 ستمبر 1958ء)

اسیران راہ مولیٰ کے نام

(جمیل الرحمن)

تم کرو چاہے ایجاد کوئی ستم
جاں سے جائیں نہیں اہل ایماں کو غم
کم پڑیں گی صلیبیں بہت منصفو
کلمہءحق کے سب ہی پرستار ہیں
اس قبیلے میں سب ہی سزاوار ہیں

وقت کی گود لاشوں سے بھرتی نہیں
تن بدن خاک ہوں روح مرتی نہیں
آندھیوں سے چٹانیں بکھرتی نہیں
تم ہو اہی سہی ہم بھی کوہسار ہیں
اس قبیلے میں سب ہی سزاوار ہیں

سینے خالی بہت جن یزیدوں کے تھے
بھر کے جیلیں حسینوںؓ سے فارغ ہوئے
پر اسیران راہ خدا کے لئے
مثل سرو و سمن راہ کے خار ہیں

اس قبیلے میں سب ہی سزاوار ہیں
ہو چکے سب مجسم اذاں دیکھنا
تم نہیں کاٹ سکتے زباں دیکھنا
یہ زمین دیکھنا، آسماں دیکھنا
فیصلہ تم سے کرنے کو تیار ہیں

اس قبیلے میں سب ہی سزاوار ہیں
اصلیت مہرو محضر کی مت پوچھئے
شیخ و شاہ ستمگر کی مت پوچھئے
چوٹ ہیں وہ برابر کی مت پوچھئے
اپنی اپنی انا کے پرستار ہیں
اس قبیلے میں سب ہی سزاوار ہیں

کھیل دشمن کے اسلامی پردے میں ہیں
زر کے سب رنگ ملّاں کے زردے میں ہیں
نام لیوا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے۔۔۔ سجدے میں ہیں
فرق کچھ تو کریں جو نگہدار ہیں
کم پڑیں گی صلیبیں بہت منصفو
اس قبیلے میں سب ہی سزاوار ہیں

آخری قسط

کنارے کنارے

(منور احمد خالد، کوبلنز)

چاول بھی فجین لوگوں کی اولین پسندیدہ غذا ہے۔ہم نے اچھے اچھے معزز فیجین کو دیکھا کہ وہ ہاتھ سے انگلیوں کے دباؤ کے ساتھ اس ڈالو اور شوربہ کو آپس میں مکس کرتے ہیں۔ہم ایک دو دن تو چمچ کا تکلف کرتے رہے مگر پھر جیسا دیس ویسا بھیس کہ یہ ہاتھ سے ہی صحیح طور پر کھایا جا سکتا ہے، خواہ شوربہ کہنیوں تک کیوں نہ آجائے۔

الغرض 200 کلومیٹر کا فاصلہ 3 گھنٹے میں طے ہوا اور یوں لگا کہ ہم جنت میں سیر کرتے آئے ہیں۔فجی میں ٹیکسی بہت سستی ہے 3 ڈالر میں شہر کے ایک حصے سے کسی بھی دوسرے حصے تک جا سکتے ہیں ہر شہر سمندر کا کنارا ہی ہے۔جزائر بحرالکاہل جنہیں Pasifie islands کہا جاتا ہے، میں سے فجی سب سے بڑا ہے اور سلجھا ہوا بھی ہے۔فجین بھی ملٹی کلچر سوسائٹی ہے، جو ہندوستانی، افریقن اور موری اقوام پر مشتمل ہے۔

فجین کی ایک اور بات بھی قابل تعریف ہے کہ نہ انہوں نے اپنی زبان چھوڑی نہ کلچر، دوسری بات یہ کہ آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ میں کثرت سے پھیل رہے ہیں اور اب تو امریکہ اور کینڈا میں بھی جانا شروع ہو گئے ہیں۔محنتی اور ذمہ دار قوم ہے جو ڈیوٹی لگا دو ذمہ داری سے پوری کرینگے۔ابتدائی زمانہ میں ہندوستان سے گنا کی کاشت کے لئے مزدور آئے جنہوں نے اپنے آپ کو سنبھالا، وہ تو بہت امیر اور جاگیردار بن گئے مگر جو محض مزدوری کرتے اور نشے کرتے رہے وہ غریب ہی رہے۔کاروبار پر ہندؤں کی اجارہ داری ہے۔دکانداروں نے حفاظتی جالیاں لگائی ہوتی ہیں کیوں کہ دن دہاڑے لٹ جانے کا خطرہ ہے۔ایک سرداری جی نے بتایا کہ پچکس دکھا کر بھی لوٹ لے جاتے ہیں اس لئے جالی کے پیچھے بیٹھ کر سودا دیتے ہیں۔فجی کے علاوہ دوسرے جزائر میں، آج سے ہزار سال پہلے کے عرب کی طرح کہ جس کے جتنے اونٹوں کے گلےّ یا بھیڑ بکریوں کے ریوڑ ہوتے تھے وہ اُسکی امارت کی بنیاد ہوتے، جس کے جتنے سوروں کے ریوڑ ہوں اتنا ہی وہ امیر سمجھا جاتا ہے۔اب کچھ رجحان ماہی گیری کی طرف ہو رہا ہے۔توانی اور لمباسہ کے جزائر فجی سے بھی زیادہ خوبصورت ہیں۔Sawa پنجابی میں سبز کو کہتے ہیں SAWA اور Suva کے شہروں کے نام ان کی ہریالی کے غماز ہیں۔استوائی خطے میں ہونے اور سمندر کے قریب کی وجہ سے گرمی اور پسینہ اتنا آتا ہے کہ ہر روز کپڑے بدلنا پڑینگے بلکہ بعض اوقات دن میں دو بار بھی۔لمباسہ سے ڈیٹ لائن بھی گذرتی ہے 28 اور 29 تاریخ کو جلسہ سالانہ تھا۔فجین احباب بہت اخلاص سے ملے۔اُن کو ڈیوٹی دیتے دیکھ کر رشک آتا تھا۔جلسہ میں انڈین سفیر بھی آئے اور جماعت کے سلوگن ''محبت سب سے، نفرت کسی سے نہیں'' کی بہت تعریف کی۔

3 مئی کو ایک بار پھر نیوزی لینڈ کے جلسہ میں شامل ہونے کے لیے Auckland نیوزی لینڈ آیا 5 اور 6 مئی کو جلسہ ہوا جس میں 200 کے قریب افراد شامل ہوئے ان میں اکثریت فجین نژاد لوگوں کی تھی اگرچہ چند پاکستانی بھی تھے، خاص طور پر مکرم افضل صادق صاحب نے ہمیں بہت اخلاص سے سیر کروائی 1908ء میں ہونے والے پہلے نیوزی لینڈ مسلمان Mr Wreg کی قبر پر دعا کی بھی توفیق پائی۔آیئے چند جگہوں کی سیر آپکو بھی کروائیں لیکن پہلے یہ بتا دیں کہ نیوزی لینڈ اور دیگر جزائر میں مختلف نسلوں کے لوگ آباد ہیں ان جزائر میں samoa cook Palmatoa اور solomen Island شامل ہیں۔ان میں فجین ''بنوا تو حیلے'' (یعنی میلے سانولے لوگ) میکرو (یعنی چینی نسل کے چھوٹے قد والے) کہری پاس اور نیو، قومیں آباد ہیں۔جبکہ یہاں کی قدیم ترین نسل ''موری'' ہے۔

MOUNT ONE TREE بڑی خوبصورت پہاڑی ہے اس پر موری نسل کی یاد میں ایک بلند مینار بنا کر سیاحوں کی توجہ کا خاص مرکز بنا دیا ہے۔شہر کا نظارہ بہت خوبصورت نظر آتا ہے

Mount Eden یہ بھی ایک خوبصورت پہاڑی ہے جس کی چوٹی پر کسی شہاب ثاقب یا لاوے کا پتھر گرنے سے 200 میٹر گہرے اور اتنے ہی قطر کا خوبصورت پیالہ بن گیا ہے جو اپنی خوبصورتی میں اپنی مثال آپ ہے اور سیاحوں کی توجہ کا مرکز۔اس جگہ ایک گول پلیٹ بھی لگی ہوئی ہے جس پر دنیا کے بڑے بڑے شہروں کی سمت اور فاصلے تحریر ہیں جس میں بمبئی کا نام شامل ہے پاکستان کا کوئی شہر شامل نہیں نہ ہی مکہ اور مدینہ کا نام البتہ بحرین کا نام شامل ہے شہر کا نظارہ قابل دید ہے۔

Darven Port۔ایک خوبصورت بندرگاہ ہے جہاں سے فیری پر سمندر اور شہر کا نظارہ کیا جا سکتا ہے۔

Mount Vietoria خوبصورت پہاڑی جس پر 1880ء کی توپ اپنے مورچے کے ساتھ نصب ہے جو 10 کلومیٹر تک سمندر کی اور شہر کی حفاظت کے لیے گولہ پھینک سکتی تھی۔یہاں سے بھی شہر کا خوبصورت نظارہ نظر آتا ہے۔نیوزی لینڈ کی کل آبادی 4 ملین ہے جبکہ صرف Auckland کی آبادی ایک ملین ہے دوسرے نمبر پر کرائسٹ چرچ تیسرے نمبر پر Manaka اور دارلحکومت willington ان کے بعد آتا ہے۔تمام نیوزی لینڈ ہریالی سے بھرا ہوا ہے Kiwi کا یہ وطن بہت ہی خوبصورت ہے۔

اب تک تو ہم اُس اضافی ٹکٹ پر سفر کر رہے تھے جو ہم نے وہاں جا کر خریدی تھی مگر میری اصل ٹکٹ پر واپسی کے لئے سڈنی آنا پڑا۔ایک عزیز، آفتاب صاحب ائیر پورٹ پر لینے کے لیے موجود تھے، بہت سی دعوتیں بھی ملی ہوئی تھیں مگر میرے پاس آج کی رات ہی تھی اس لیے اپنے بہت پیارے ساتھی مکرم سیف علی کے بیٹے اور مکرم حیدر علی ظفر صاحب کے بھتیجے، خالد صاحب کی دعوت ہی قبول کر سکے۔ان کے ہاں ہماری نواسی ہے۔لیئق صاحب بھی اُدھر ہی آ کر مل گئے اور عزیزم خالد صبح منہ اندھیرے مجھے دوبارہ ایئر پورٹ چھوڑ گئے جہاں سے ہم جاپان کے لیے روانہ ہوئے۔ایک بار پھر legfree سیٹ مل گئی اور اس بار چونکہ ہم مولویت سے توبہ کا اعلان کر چکے تھے اس لیے خوب مزے سے بکرے چھترے اُڑائے۔شام چھ بجے ہم ٹوکیو پہنچ گئے چونکہ ہم نے ٹوکیو سے ناگویا (Nagoya) 325 کلومیٹر دور جانا تھا اور سُن رکھا کہ Narita ایئر پورٹ سے ٹوکیو ریلوے اسٹیشن کافی دور اور پہنچنا کافی دشوار تھا اس لیے ایک بار پھر نعیم صاحب کو مدد کی درخواست کی جو آ گئے اور 1-1/2 گھنٹہ میں تین گاڑیاں تبدیل کر کے وہ ہمیں ٹوکیو بُلٹ ٹرین پر سوار کرا گئے اگر وہ نہ آتے تو واقعی یہ کافی مشکل کام تھا کہ ہم ''کونی چوا'' اور ''آری گاتو'' سے آگے جاپانی زبان سے نابلد تھے۔بُلٹ ٹرین 325 کلومیٹر کا فاصلہ 1-1/2 گھنٹہ میں طے کر آئی اور ہم ''ناگویا پہنچ گئے جہاں ایک دوست ہمیں لینے آئے ہوئے تھے جنہوں نے لے جا کر ایک ہوٹل میں ٹھہرا دیا جہاں امریکہ کے نائب امیر مکرم زندہ محمود باجوہ صاحب اور اقبال صاحب ٹھہرے ہوئے تھے ان کے علاوہ کینڈا سے مکرم چوہدری اختر ورک صاحب اور ان کی بیگم بھی اسی ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے تھے۔جاپان جسے دیکھنے کی حسرت مدت سے تھی، کو دیکھا اور دیکھتے ہی رہ گئے۔دنیا کا سب سے صاف ستھرا ملک ہے۔مکرم مبشر احمد زاہد نے جو مرحوم محمد اشرف ناصر صاحب مربی سلسلہ کے داماد ہیں، تو خدمت کی حد کر دی اور ان کے اخلاص کی انتہا تھی کہ اپنے اوپر شرمندگی ہوتی تھی۔۱۲ اور ۱۳ مئی کو جلسہ تھا 14 مئی کو ہم ناگویا سے بذریعہ روڈ ٹوکیو کے لیے روانہ ہوئے تو پتہ چلا کہ سارا جاپان کتنا خوبصورت ہے، تمام اطراف ہریالی اور دونوں طرف پہاڑیوں پر سبزہ کے ساتھ ساتھ جاپانی قوم کی ہر بات میں خوبصورتی پیدا کرنے کی حِس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ پہاڑوں پر کاشت شدہ چائے کے پودوں کو مختلف خوبصورت ڈیزائنوں میں اس طرح ڈھالا گیا تھا کہ محنت اور فن لطیف سے ان کے لگاؤ کا منہ بولتا ثبوت تھا۔کچھ فاصلہ طے کرنے ے بعد ایک طرف پھر بحرالکاہل نے لے لی مگر دوسری طرف پہاڑوں کی خوبصورتی مزید بڑھتی رہی یہاں تک کہ بحرالکاہل ایک طرف ہٹ گیا اور ہم دونوں طرف خوبصورت پہاڑیوں میں گِھر گئے۔آدھا راستہ طے کرنے پر جاپان کی سب سے اونچی چوٹی Fuji نظر آئی۔دُور سے اسکی برف پوش چوٹی یوں لگتا تھا دلہن سفید لباس پہنے ہوئے ہے۔جاپانی قوم ہر اچھی چیز کا احترام کرتی ہے اور اس کا نام لیتے وقت اس کے ساتھ Sah یعنی صاحب لگا دیتی ہے اس لیے یہ Fuji فیوجی کو بھی فیوجی سان کہتے ہیں۔اس طرح اس کی عزت اور اپنے وقار میں اضافہ کرتے ہیں۔آخر ہم ٹوکیو میں داخل ہو گئے۔دریائے Samada سمادا جو ٹوکیو کے بیچوں بیچ بہتا ہے پھر ٹوکیو رین بو برج تو ایک شاہکار ہے اور پھر اونچی اونچی عمارات کا ایک سلسلہ شروع ہوا اگر کوئی اور ملک ہوتا تو یہ عمارتوں کا جنگل نظر آتا مگر جاپانی قوم رنگوں اور روشنیوں کے امتزاج میں ایک نرالی شان رکھتی ہے۔ہر عمارت ہر گلی ہر محلّہ اپنے رنگوں کے حسین امتزاج سے منفرد اور دلفریب نظر آتا ہے۔یہ جاپانی زیبائش کا کمال ہے کہ ہر رنگ اور رنگوں کی ملاوٹ نظر کو بھلی اور دلفریب لگے۔سمندر میں عمارتوں کے جزیرے نظر آئے مگر اپنی سی انفرادیت اور خوبصورتی لئے ہوئے۔سڑکوں کے اوپر سڑکیں، یہاں تک کہ بعض جگہ اوپر تلے چار چار سڑکیں جا رہی ہیں۔اس طرح ٹریفک کو جام ہونے سے بچایا گیا ہے۔رات ہوٹل HiltonBag میں ٹھہرے۔اگلے دن شمع رخ انور کو لندن الوداع کہنے کے بعد مبشر صاحب ہمیں ٹوکیو شہر کی سیر کرانے لے گئے بادشاہ کا خوبصورت محل اور اس کا ماحول و ''ٹوکیو ٹاور'' دکھانے کے بعد جب وہ ہمیں ٹوکیو کی مشہور Ginza Street لے گئے تو ہم حیرت سے گم ہو گئے اور مجھے بار بار ایک پنجابی نظم (جو غالبًا انور مسعود کی ہے) کا ایک شعر گنگنانا پڑا کہ،

''توں کی جانے بھولئے مجھے، انارکلی دیاں شاناں''

خوبصورت، صاف ستھری روشنیوں سے دمکتی جاپان کی یہ انارکلی واقعی انارکی کلی ہے کہ اسے دیکھنے کے بعد لگتا ہے ہم نے دنیا دیکھ لی اور اسکی تعریف صرف اُس شعر کے ذریعے ہی کی جا سکتی ہے۔مبشر صاحب نے رات اپنے ہاں ٹھہرایا اور صبح 16 مئی کو اُس بس پر سوار کر دیا جو سیدھی ائیر پورٹ جا رہی تھی۔چنانچہ ہم دوپہر ایک بجے جاپانی وقت کے مطابق ٹوکیو سے اُڑے تو جرمن وقت کے مطابق اُسی دن شام 6 بجے فرنکفرٹ میں تھے گویا عام زبان میں 5 گھنٹے بعد مگر یہ ہم نہیں بتائیں گے کہ دونوں جگہ کے وقت کا فرق 7 گھنٹے ہے۔اس لیے کہ 12 گھنٹے بتانے سے تھکاوٹ میں ہی اضافہ ہوگا۔اس تمام سفر میں جو کچھ مجھے نظر آیا اس کا خلاصہ حضرتِ محمود رضی اللہ تعالیٰ کے ایک شعر میں جو مولویوں کو مخاطب کر کے کہا گیا تھا عیاں تھا کہ

تمھارے گھٹتے ہوئے ہیں سائے
ہمارے بڑھتے ہوئے ہیں سائے
ہماری قسمت میں یہ لکھا ہے
تمھاری قسمت میں وہ لکھا ہے

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

Vol. 12 Monthly Akhbar-e-Ahmadiyya Germany Issue 1
National Shoba Tasneef, Ahmadiyya Muslim Jamaat, Genfer Str.11, 60437 Frankfurt/M, Tel:069-50688652, Fax:069-50688666, Email: akhbar3@yahoo.com

سائنس کی خبریں

مُرسلہ، ولید ناصر

نئی اور زیادہ باسہولت ویل چیئر

فارمولا ون کاروں کی ڈیزائننگ کرنے والے ایک ڈیزائنر نے ایک ایسی نئی ویل چیئر بنائی ہے جو نا ہموار اور بے ڈھب سطحوں پر بھی باآسانی استعمال کی جا سکتی ہے۔'ٹرکانٹک کے ٹو' نامی اس ویل چیئر کے ڈھانچے کی تیاری میں آہنی پائپوں کی جگہ کاربن فائبر مونو کاک استعمال کیا گیا ہے جو کم وزن بھی ہے اور مضبوط بھی اور فارمولا ون کے ڈھانچوں کی تیاری میں استعمال کیا جاتا ہے۔ڈیزائنر مائیک سپنڈل کو اس کرسی کی تیاری کا خیال ایک ہوائی اڈے کے لاؤنج میں ایک مسافر کو ویل چیئر پر جاتے دیکھ کر آیا۔سپنڈل کی اس کرسی کی نمائش گلوسٹر شائر میں منعقد ہونے والے 'موبیلیٹی روڈ شو' میں کی گئی۔ سپنڈل نے اس کرسی کی ڈیزائننگ سے تیاری تک پانچ سال صرف کئے ہیں۔

پانچ سال قبل جب انہوں نے ایک ہوائی اڈے پر ایک مسافر کو گلابی رنگ کی پہیوں والی ایک دھاتی ویل چیئر پر جاتے ہوئے دیکھا تو سوچا کہ ایک دن ضرور اس مصیبت کی جگہ قدرے آسانی سے استعمال کی جا سکنے والی ہلکی پھلکی کرسی لے لے گی۔سپنڈل کا کہنا ہے کہ ان پر اس خیال کا اتنا اثر ہؤا کہ انہوں نے طیارے میں بیٹھتے ہی بورڈنگ کارڈ کی پشت پر کرسی کی ممکنہ شکل ڈرائنگ کرنا شروع کر دی۔

کے ٹو نامی یہ کرسی تین پہیوں والی ہے۔دو پہیے بڑے اور متوازی ہیں جبکہ ایک چھوٹا پہیہ پیچھے کی جانب ہے۔کمپنی کا کہنا ہے کہ خاص طور پر بے ڈھب سطحوں کے لئے بنائی جانے والی اس کرسی کو شہروں اور قصبوں میں ہموار راستوں پر بھی بخوبی استعمال کیا جا سکتا ہے۔بمشکل نو کلو وزنی اس کرسی کو تنگ دروازوں سے گذارنے اور نکالنے کے لئے باآسانی تنگ کیا اور پھیلایا جا سکتا ہے اور اسے فولڈ کرنے میں کمپنی کے دعوے کے مطابق صرف آٹھ سیکنڈ صرف ہوتے ہیں۔

اس کرسی کی نشست سات سو دس ملی میٹر سے سات سو ستر ملی میٹر تک کشادہ کی جا سکتی ہے۔اس کرسی پر چھتری لگانے کی گنجائش کے علاوہ انتہائی غیر ہموار سطحوں کے لئے چوتھا پہیہ لگانے کی گنجائش بھی ہے۔تاہم یہ کرسی ان لوگوں کے لئے زیادہ موزوں ہے جن کے جسم کا بالائی حصہ نسبتاً زیادہ مضبوط ہو لیکن اس میں ضرورت کے مطابق دھکیلنے میں مدد دینے والوں کے لئے دستے بھی لگائے گئے ہیں۔

(بی بی سی نیوز جون ۲۰۰۶ء)

''چلی چپ''! رفتار کے ریکارڈ ٹوٹ گئے

امریکہ میں سائنسدانوں نے ایک ایسے مائکروچپ کی نمائش کی ہے جسے رفتار کی دنیا کا تیز ترین سلیکون چپ کہا جا رہا ہے اور یہ چپ ایک سیکنڈ میں نصف کھرب تک کا حساب کر سکے گا۔چلی چپ کا نام پانے والے اس نئے چپ کی رفتار ۵۰۰ گیگا ہرٹز (500 GHz) ہوگی جو کہ کمپیوٹر میں استعمال کی جانے والی چپس کی موجودہ رفتار سے ۱۰۰ گنا زائد ہوگی۔آئی بی ایم (IBM) اور جارجیا انسٹیٹیوٹ آف ٹیکنالوجی کے محققین نے دنیا میں رفتار کا ریکارڈ توڑنے والے اس چپ کو انتہائی ٹھنڈا رکھنے کے لئے مائع ہیلیم (Liquid Helium) کا استعمال کیا ہے۔محققین کی اس ٹیم کا کہنا ہے کہ اس چپ کے نتیجے میں نہ صرف وائرلیس نیٹ ورکس کی رفتار بڑھے گی بلکہ بتدریج انتہائی کم قیمت موبائل ٹیلی فون بنانے کی سہولت بھی میسر آئے گی۔

آئی بی ایم کے پروفیسر ڈیوڈ اہلگرن کا کہنا ہے کہ 'تیز سے تیز تر چپس کی تیاری کے نتیجے میں نہ صرف نئی مصنوعات بنانے میں سہولت میسر آئے گی بلکہ موجودہ مصنوعات کی قیمتوں میں بھی کمی آئے گی'۔

اس وقت زیادہ تر چپ سلیکون سے بنائے جا رہے ہیں لیکن اب یہ خیال بھی کیا جا رہا ہے کہ سلیکون رفتار کو بڑھانے کے حوالے سے دوسری دھاتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔کہا جاتا ہے کہ کاروں اور ٹرکوں کے درمیان حادثات کی روک تھام کے انتہائی نظام کے لئے جہاں ایک سیکنڈ میں انتہائی بڑے حساب یا جمع تفریق کی ضرورت ہوتی ہے کمپینیاں دوسرے مواد استعمال کرتی ہیں۔عام طور پر اس نوع کے چپس کے لیے گیلیم آرسینائیڈ کو ترجیح دی جاتی ہے کیونکہ اس میں زیادہ طاقت ہوتی ہے۔جبکہ دوسری طرف اس کی قیمت زیادہ ہوتی ہے اور اسے استعمال کرنا بھی دشوار ہوتا ہے۔اس لئے چپ انڈسٹری مصنوعات کی تیاری میں سلیکون کو استعمال کرنا زیادہ پسند کرتی ہے کیونکہ یہ سستا بھی ہے اور اب تک نسبتاً زیادہ قابلِ اعتبار بھی۔

چاول کے دانے کے برابر میموری چپ

کمپیوٹر مصنوعات تیار کرنے والی کمپنی ہیولٹ پیکارڈ (Hewlett Peckard) نے چاول کے دانے کے برابر ایک ایسی مختصر چپ تیار کی ہے جس میں سو صفحات پر مشتمل مواد محفوظ کیا جا سکے گا اور اس کے ساتھ اس چپ سے ڈیٹا وائرلیس کے ذریعے بھی منتقل ہو سکے گا۔اس میموری چپ کو برسٹل میں ایچ پی ریسرچ لیبارٹری (HP Research Labs) میں چار سال کی تحقیق کے بعد بنایا گیا ہے۔یہ چپ دو سے چار مربع ملی میٹر کی ہے اور اس پر پانچ سو بارہ میگا بائیٹ (512MB) ڈیٹا محفوظ کیا جا سکتا ہے۔HP کا کہنا ہے کہ اس چپ کی مستقبل میں آنے والی اقسام میں اور بھی زیادہ ڈیٹا محفوظ کرنے کی گنجائش ہوگی۔یہ میموری چپ اتنی چھوٹی ہے کہ اسے کسی بھی چھوٹے سے چھوٹے آلے میں لگایا جا سکتا ہے۔تاہم ابھی اس چپ کو بازار میں آنے میں کم از کم دو سال کا عرصہ لگ سکتا ہے۔اس چپ کا استعمال یہ جاننے کے لئے بھی کیا جا سکے گا کہ کوئی دوا جعلی تو نہیں۔اس کے علاوہ اسے ہسپتالوں میں مریضوں کی کلائیوں پر باندھ کر ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے اور پوسٹ کارڈز میں آواز یا ویڈیو شامل کرنے کے لئے استعمال کیا جا سکے گا۔

اس چپ میں ۱۰ میگا بائیٹ ڈیٹا محفوظ یا منتقل کرنے میں صرف دس سیکنڈ کا وقت لگے گا جو کہ ریڈیو کے شارٹ رینج سسٹم بلیو ٹوتھ (Bluetooth) سے بھی زیادہ برق رفتار ہے۔ایچ پی کے ایسوسی ایٹ ڈائیریکٹر ہاورڈ توب کا کہنا ہے کہ 'یہ چپ حقیقی اور ڈجیٹل دنیاؤں کے درمیان رابطے کا کام کرے گی'۔یہ چپ اتنی چھوٹی ہے کہ اس کو چھپائی کے دوران دستاویزات میں شامل کیا جا سکتا ہے۔اسے کسی بھی سطح پر باآسانی چپکایا بھی جا سکتا ہے۔چپ کے تمام حصوں کو جن میں موڈیم، اینٹینا، مائیکرو پروسیسر اور میموری شامل ہیں، ایک ہی یونٹ میں تیار کیا جا سکتا ہے جس سے اس چپ پر آنے والے اخراجات میں کمی آئے گی۔ایچ پی کے اندازے کے مطابق جب اس چپ کو بنانے کا عمل شروع ہوگا تو ایک چپ پر صرف ایک ڈالر کا خرچ آئے گا۔

انسانی تاریخ میں بارش کا تعاقب (ہجرت)

ماہرین آثار قدیمہ نے انکشاف کیا ہے کہ قبل از تاریخ کا انسان دنیا کے سب سے بڑے صحرا میں پانچ سو سال تک بارش کا پیچھا کرتا رہا ہے۔یہ خانہ بدوش لوگ آج کی دنیا کے ممالک مصر، سوڈان، لیبیا اور چاڈ کے صحراؤں میں بارش کا تعاقب کرتے رہے۔اسی بارش نے پھر صحرائے صحارا کے حصوں کو سیراب کیا اور انہیں سبزہ دیا

سائنس میگزین میں شائع ہونے والی ایک رپورٹ میں ماہرین آثار قدیمہ کی تحقیق سے یہ بات مزید واضح ہوتی ہے کہ بدلتی آب و ہوا اور انسانی آبادیوں کے درمیان ہمیشہ سے گہرا تعلق رہا ہے۔آج کا انسان اس حقیقت سے بہت کچھ سیکھ سکتا ہے۔آج بھی صحارا کے علاقے میں خوراک، پانی اور چراگاہوں کی تلاش انسان کے بنیادی مسئلے ہیں۔قدرتی وسائل کی تلاش کے اس سفر کی تاریخ بہت پرانی ہے کیونکہ یہ عمل صدیوں پہلے شروع ہؤا تھا۔واضح رہے کہ مشرقی صحارا کا بیس لاکھ مربع میل سے زائد کا علاقہ انسانوں اور جانوروں کے رہنے کے لئے آج بھی موزوں نہیں ہے۔اسی لئے یہ علاقہ ہمیں نسل انسانی کے ماضی میں جھانکنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔

مذکورہ تحقیق ڈاکٹر کروپلین اور ان کے ساتھی ڈاکٹر روڈالف کوپر کی مشترکہ کوشش ہے۔تیس سال پر محیط اس تحقیق کے دوران دونوں ماہرین نے سو سے زائد آثار قدیمہ کا مطالعہ کیا اور گذشتہ دس ہزار سال کے دوران انسانوں کی ایک جگہ سے دوسری جگہ ہجرت کے عمل کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔اپنی قسم کی اس سب سے بڑی تحقیق کے دوران ماہرین نے دنیا کے سب سے بڑے صحرا میں انسانی تنوع کی تفصیلی تصویر کشی کی ہے۔تحقیق کے دوران یہ بات سامنے آئی ہے کہ اگرچہ آج یہ علاقہ مکمل خشک صحرا ہے لیکن ماضی میں یہ نیم مرطوب علاقہ تھا جہاں بارش ہوتی تھی۔تیرہ چودہ ہزار سال قبل یہ علاقہ نہایت خشک تھا لیکن تقریباً دس ہزار پانچ سو سال قبل یہاں کی آب و ہوا میں بہت بڑی تبدیلی آئی جس سے یہاں بارشیں ہونا شروع ہو گئیں اور مون سون جیسے موسمی حالات پیدا ہو گئے۔اس تبدیلی کے بعد صحرا کے جنوب میں بسنے والے خانہ بدوش اس علاقے میں بننے والے نئے دریاؤں اور جھیلوں کے قریب آباد ہونا شروع ہو گئے۔ان لوگوں کا گذر بسر شکار اور جنگلی جانوروں پر ہوتا تھا۔آہستہ آہستہ یہ لوگ یہاں کے مکین ہو گئے اور انسان نے پہلی دفعہ جانور پالنا اور برتن بنانا شروع کئے۔

صحرائے صحارا میں مرطوب آب و ہوا کا یہ دور تقریباً چھ ہزار سال قبل تک جاری رہا جس کے بعد یہ علاقہ اچانک پھر خشک ہو گیا۔اس مرحلے پر یہاں کے لوگوں نے بتدریج دریائے نیل اور براعظم افریقہ کے دیگر علاقوں کی جانب ہجرت شروع کر دی۔ڈاکٹر کروپلین نے کہا 'اس سے پہلے لوگوں نے صحارا کے ان علاقوں میں رہنے کو ترجیح دی جہاں گھاس اگتی تھی لیکن جب یہ ممکن نہ رہا تو انہوں نے وادی نیل کا رخ کیا۔یہ خانہ بدوش اپنے ساتھ جانور پالنے کا ہنر بھی ساتھ لائے۔'مزید یہ لوگ اپنے ساتھ مخصوص طرز زندگی بھی لائے جس میں خشک موسم کے لئے خوراک کو محفوظ رکھنے جیسا علم شامل تھا جو ان خانہ بدوشوں سے مرکزی اور جنوبی افریقہ تک پہنچا۔دوسرے ماہر ڈاکٹر کوپر کے مطابق آج کی سرزمین پر مختلف لوگ اور زبانیں جس طرح سے تقسیم ہیں، اس کی بنیاد صحرائے صحارا میں ہونے والی موسمی تبدیلیاں ہیں۔

پانچ ہزار سال قبل انسانوں نے شکار کے ساتھ ساتھ جانور پالنے کا فن سیکھا اور انسانی تاریخ کے اس اہم موڑ کا آغاز افریقہ کے صحراؤں میں ہؤا۔

(بی بی سی نیوز جولائی ۲۰۰۶ء)